دو دشمن

(از مولوی ابو رضا محمد عبد اللہ صاحب صادق گہلنوی متعلم رحمانیہ)

ناظرین کرام! میں آج ایسے دو دشمنوں کا ذکر کرنے لگا ہوں۔ جن کی آپس کی دشمنی کوئی ایک دو سال سے نہیں بلکہ ابتدائے آفرینش سے چلی آتی ہے۔ وہ دونوں دشمن عقل سلیم اور جہل ہیں۔ یہ دونوں ہمیشہ سے ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ عقل سدا اس بات کی خواہاں رہی کہ نفس انسانی کو مہذب اور شائستہ بنا کر روحانیت کی بلندیوں تک پہنچاؤں۔ اور جہل کا ہمیشہ یہ نظریہ رہا۔ کہ کسی نہ کسی طرح نفس انسانی کو خواہشات کا غلام بنا دیا جائے۔ چنانچہ اسی مخالفت کی وجہ سے ان دونوں کا آپس میں تصادم بھی ہوتا رہا۔ جس کی گواہی تاریخ دے رہی ہے۔

پہلا معرکہ جو عقل و جہل کے درمیان ہوا وہ حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ تھا۔ جبکہ جہل امارت بن کر لوگوں کے قلب و دماغ پر اپنا تسلط جما چکا تھا۔ عقل نے نوح علیہ السلام کا جامہ پہن کر اسکی تخریب شروع کی تھی۔ غلامان جہالت بلبلا اٹھے تھے کہ کائنات کی عظیم الشان طاقتیں خدائی سے محروم ہو کر خادم کیسے بن سکتی ہیں۔ اور انکا یہ تعجب عذاب الٰہی کے آنے تک دور نہ ہوا۔ انکی دوسری جھپٹ عہد عاد میں ہوئی۔ اور تیسرا مقابلہ دور لوط میں ہوا۔ جبکہ لوط علیہ السلام نے عقل کے حامی بن کر مریدان جہل کی بداعمالیوں کی اصلاح کرنی چاہی۔ تو یہ بات ان کی سمجھ میں ہی نہ آئی کہ عورتوں کی بجائے اگر لونڈوں سے خواہش پوری کی جائے تو اس میں کیا مضائقہ ہے۔ مدائن کی سرزمین میں بھی عقل و جہل کا مورچہ لگا۔ جب عقل نے شعیب علیہ السلام کی صورت میں ایک روحانی طبیب اور ڈاکٹر بنکر بیماران جہل کو تریاق زندگی پلانا چاہا۔ تو دہن باطل اس کی تلخی کی شکایت کرنے لگا۔ انھوں نے ہر چند نرمی سے بھی سمجھایا کہ پرہیز علاج سے بہتر ہے۔ تم کم از کم اصنام پرستی۔ فساد فی الارض۔ تول میں دغا وغیرہ سے پرہیز کر لو تو تمہیں شفا ہو جائیگی۔ لیکن ان منہ پھٹوں نے بکواس کر دی کہ "بڑا آیا حکیم کہیں کا۔ جا خود یہ دوائیں استعمال کر۔ ہمیں کیوں تنگ کرتا ہے۔"

عقل و جہل کی ایک ٹکر حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں بھی ہوئی۔ جبکہ جہل کے بادشاہ فرعون اور اس کے طاغوتی لشکر کو دریا کی لہریں نگل چکی تھیں۔ اور قوم یہود آسمانی رحمتوں کے سائے میں ارض مبارکہ کی طرف ہجرت کر رہی تھی۔ ان کو راستے میں ایک جہل گڑھ نظر آتا ہے۔ جہل کا جاسوس جوان کے دل میں چھپا ہوا تھا۔ فوراً جرمنی کے پانچویں دستے کا کام کرنے لگتا ہے اور پکار اٹھتا ہے یا مُوسیٰ اجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ہمارے لئے بھی کسی بت کو خدا قرار دیدو جیسے لوگوں کے لئے ہیں۔ تو عقل کے جرنیل موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔ اَنْتُمْ جَاهِلُوْنَ۔ بس کم بختو تمہارا پتہ چل گیا تم تو مریضان جہالت ہو۔

عقل وجہل کی سب سے بڑی لڑائی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہوئی۔ جب عقل نے اپنی ضیا کی پہلی کرن جہالت کی تاریکی پر ڈالی تو اس وقت پرستاران جہالت نے عقل کے حامی حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت سست کہا۔ اور "شاعر" "مجنوں" "کاہن" اور خدا جانے کن کن ناموں سے آپ کو موسوم کیا۔ بلکہ ہمدردی اور خیر خواہی کا جواب پتھروں سے دیا گیا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جبکہ عقل مظلوم تھی۔ اور جہل کا بول بالا تھا۔ اور اس کی کارفرمائیوں نے حق کا معیار بھی بدل ڈالا تھا اور ان کو حق یہی نظر آتا تھا کہ رحمت کا مستحق مالدار ہی ہے۔ مفلس وقلاش مطلقاً اس کا حقدار نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ وہ صداقت کو قرآن کی بجائے سیم وزر کے ڈھیروں میں تلاش کرتے تھے۔

اب ایک منٹ کے لئے یہ امر غور طلب ہے کہ اسوقت منکرین کا نظریہ حیات کیا تھا۔ اس کا جواب زبان تاریخ سے سنئے وہ صاف بتاتی ہے کہ ان کے جیب ودامن میں سوائے جہل کے اور کچھ نہ تھا۔ ان کے نزدیک عقل وفطرت کے مقتضیات مدفون ہو چکے تھے۔ ان کا خدا کے ہاں مقبول ہونیکا سرٹیفکیٹ مال وزر تھا۔ آباواجداد کا طریقہ ان کا خدائی طریقہ مانا جاتا تھا۔ ان کے دین ودنیا کے تمام معاملات کا فیصلہ کن حاکم نفس انسانی تھا۔ اس منظر کو مدنظر رکھکر اگر آپ غور فرمائیں کہ عقل تک پہنچنے کیلئے ان کے راستے میں کونسی چیز حائل تھی تو بے اختیار اقرار کرنا پڑے گا کہ "وہ جہالت" جس کو دوسرے لفظوں میں نفس پرستی یا آبا پرستی بھی کہہ سکتے ہیں۔

یہ مختصر سا خاکہ آنحضورؐ کے زمانے تک کا ہے لیکن اس ڈکٹیٹر عقل مصلح فطرت نے ایک پیشینگوئی سے مابعد کے حالات سے بھی آگاہ کر دیا۔ یوں فرمایا بدأ الاسلام غریبا وسیعود کما بدء فطوبي للغرباء مفکرین ومفسرین نے اس پیشینگوئی کی مختلف توجیہیں کی ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام ابتدا میں غریبوں یعنی محتاجوں سے شروع ہوا۔ اور ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ اسلام پھر لوٹ کر انھیں کے پاس چلا جائیگا۔ لیکن یہ مطلب غلط ہے کیونکہ "غریب" لفظ جو عربی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کا معنی مفلس اور قلاش نہیں بلکہ اس کے معنی مسافر اجنبی۔ انوکھا۔ نرالا۔ اور غیر مانوس کے آتے ہیں۔ اور کسی نے اس پیشینگوئی کا مطلب یوں بیان کیا ہے کہ اسلام مسافر کی طرح پہلے مکہ سے نکلا۔ اسوقت یہ بالکل اجنبی تھا۔ پھر مدینہ میں گیا۔ بعد میں حجاز میں ہوتا ہوا تمام دنیا پر چھا گیا۔ اور پھر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جیسے سانپ لوٹ کر اپنی بل کو آجاتا ہے اسی طرح یہ بھی لوٹ کر حجاز مکہ اور مدینہ کی طرف آجائیگا۔ لیکن میرے نزدیک اس پیشینگوئی کا اصح مطلب یہ ہے کہ اسلام جب آیا تو اپنی عقل اور اپنی صحیح فطرت۔ تصورات کی رفعت اور اصولوں کی پاکیزگی کے اعتبار سے بالکل نرالا اجنبی اور بیگانہ تھا۔ اور پھر ایک ایسا دور آنیوالا ہے جس میں اسلام ویسا ہی بیگانہ ہو جائیگا۔ لوگوں کے تنگ دماغوں میں اس کا وسیع اور بلند نظام زندگی کا تخیل سما ہی نہ سکیگا۔ اسلام جاہلیت کی تاریکی میں گھرا ہوگا۔ پس اس سیلاب جاہلیت میں جس کے قدم نہ ڈگمگائے۔ اور اس فضائے جاہلیت میں جس نے اس غیر مانوس صدا کے ورد سے اپنی زبان نہ روکی اسی کیلئے بشارت ہے اور اسی کو مبارکباد دی گئی ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آنحضورؐ کی یہ پیشینگوئی کس حد تک سچی ثابت ہوئی۔ تاریخ عالم اور موجودہ عالم پر غور کرنے سے صاف نظر آئے گا کہ پرانی جاہلیت میں بھی اسلام غریب تھا۔ بعد میں پروان چڑھا۔ اور پھر بہ کمالے را زوال ؎ کے مطابق اب نئی جہالت میں بھی پھر غریب نظر آرہا ہے۔ یہ محض دعوی نہیں بلکہ حقیقت ہے اور فسانہ نہیں بلکہ نفس الامر میں ایسا ہے آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ ظہور اسلام کے وقت صرف توحید، رسالت۔ اور معاد کا غلامان جہالت نے انکار نہیں کیا تھا۔ بلکہ عام دنیوی معاملات سے بھی انکار کر دیا تھا۔ اولاً خود اسلام کی ہیئت ترکیبی کو ہی لیجئے۔ جس وقت اسلام نے انسانی حرکات و سکنات میں تقوی اور پاکیزگی کا رنگ بھرنا چاہا تھا تو منافقین ہمہ گیری کا فرق اڑانے لگے تھے۔ کیونکہ وہ دیکھتے تھے کہ مذہب کے ذریعہ آزادی کی ناکہ بندی کی جا رہی ہے۔ اور انسان زندگی نہیں بلکہ موت اور موت کے بعد بھی متعین حدود سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا۔ وہ عقل کے علمبرداروں پر طعنے کسنے لگے۔ چنانچہ ایک یہودی نے تو حضرت سلمان فارسیؓ کو صاف کہدیا کہ کیوں جی سنا ہے کہ تمہارا سرپرست ہر چھوٹی بڑی بات میں مذہبیت پیدا کرتا ہے۔ حتی کہ پیشاب اور پاخانے کے آداب بھی بتاتا ہے تو انھوں نے کہا ہاں اس میں تعجب کرنے کی کونسی بات ہے۔ گویا کہ ان جاہلوں کے نزدیک وہ مذہب مذہب ہی نہیں تھا جو ہر لمحہ انسانی کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے۔

ثانیاً۔ اسلام کا نظام حکومت بھی سامنے رکھئے جس میں شاہ و گدا یکساں نظر آرہے ہیں چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ جب عقل کا وہ بہادر جرنیل جس کے دل کو جہالت کے میل سے صیقل کیا جا چکا ہے۔ صلح و جنگ کی شرطیں طے کرنے جاتا ہے۔ اور جو پتھر دل کے بے جان بتوں کے ساتھ ساتھ سلاطین وقت کے متحرک بتوں کی پوجا کو بھی بھلا چکا ہے۔ خودی کی پوری شان کے ساتھ ریشمین قالینوں کو روندتا اور نیزے کی انی سے کاٹتا ہوا ایران کے دربار میں جہالت کے معبود کے برابر جا بیٹھتا ہے تو جہالت کے پتلوں سے یہ دیکھا نہیں جاتا۔ فوراً تیوریاں چڑھ جاتی ہیں۔ توحید کا دیوانہ سفیر یہ رنگ دیکھکر حیرت زدہ ہو جاتا ہے اور اتنا کہکر چلا آتا ہے کہ "کیا تم اپنے جیسے انسان کی پوجا کرتے ہو۔ کیا حکومت کا تخت تمہارا مسجود ہے یہ پیشانی تو صرف خدا کے سامنے جھکنا جانتی ہے"۔

تیسرے جنگ کے اعلان کے وقت تو غلامان جہالت کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کیونکہ جب اسلام نے دعوت دی تھی کہ عقل اور حق کی حمایت کرو تو انھوں نے جھٹ یہ سوال کیا تھا کہ ہم سب کچھ کرینگے۔ مگر ہمیں دنیا میں کیا ملیگا تو جواب ملا کہ دنیا لینے کی غرض سے جو لڑائی لڑی جاتی ہے وہ جہالت کی لڑائی کہلاتی ہے۔ اسلامی لڑائی ذاتی اغراض سے پاک ہے۔ بس اپنی گرہ سے مال خرچ کرو۔ اور اپنی جانیں لڑاؤ۔ صرف اسلئے کہ عقل و عدل کی حکومت قائم ہو جائے۔ نیز ہمیں کفار سے کوئی ذاتی۔ وطنی۔ اور نسلی عداوت نہیں اور نہ ہم زن۔ زر۔ زمین کی خاطر ان سے لڑتے ہیں۔ بلکہ اگر وہ آج مسلمان ہو جائیں تو وہ ہمارے بھائی ہیں۔ جب راہبر کامل نے جہاد کی یہ غرض و غایت بیان کی تو جاہل انسان حیرانی میں پڑگیا۔ کیونکہ وہ دو ہی قسم کی لڑائی لڑنا جانتا تھا۔ ایک شہرت اور دولت و توسیع مملکت کی خاطر اور دوسری انتقام نفس کے لئے۔ ایسی لڑائی کا اسے کبھی

خیال بھی نہ آیا تھا جو طمع اور انتقام نفس دونوں سے پاک ہو۔ ان کی یہ سمجھ میں ہی نہ آتا تھا کہ یہ کیسی لڑائی ہے کہ میں اپنا مال خرچ کروں اپنی جان کو جوکھوں میں ڈالوں اور دنیا میں بدلہ کچھ بھی نہ چاہوں۔ سچ ہے بھلا جنگ کا یہ فلسفہ ان کی سمجھ میں آ بھی کیسے سکتا تھا۔ جن کی قوت کا منتہا لات و عزیٰ کے حقیر پتھروں تک اور اغراضِ جنگ کا تخیل حصول غنائم تک محدود ہو۔ اس کے علاوہ بھی پرانی جاہلیت کے غلام تمام اسلامی قوانین کو انوکھا اور نرالا سمجھتے تھے۔ چنانچہ اسی کو پیغمبر برحق نے بدأ الاسلام غریباً (اسلام اجنبیت اور غیر مانوس حالات میں شروع ہوا) سے تعبیر کیا۔

اب ذرا نئی جاہلیت میں بھی اسلام کا اجنبی ہونا ملاحظہ ہو۔ دیکھئے جاہلیت قدیمہ خدا کی ہستی سے منکر نہ تھی بلکہ صرف خدا کی وحدانیت ان کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ لیکن اس نئی جہالت کو دیکھو کہ اس نے سرے سے خدا کی ہستی سے ہی انکار کر دیا ہے۔ اگر آپ ان کو یہ کہدیں کہ گراموفون خود بخود تیار ہوگیا ہے تو آپ کو پاگل اور جاہل کہے گی لیکن خود بے تکلف یہ حکم لگا دیتی ہے کہ اتنا بڑا کارخانہ خود بخود وجود میں آیا ہے اور بغیر کسی طاقت کے چل رہا ہے۔ جاہلیت حاضرہ کی خدا کے عدم پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جب تک انسان کے مشاہدے میں کوئی چیز نہیں آتی۔ اس وقت تک اس پر ایمان لانا عقل کی توہین ہے۔ یہی جواب آج سے چار ہزار برس پہلے ایک جاہل انسان دیا کرتا تھا۔ غرضیکہ ہزاروں سال کی ترقی کے بعد کولھو کے بیل کی طرح جہالت انھیں قدموں پر لوٹ آئی جہاں سے چلی تھی۔ وہ بھی یہی کہتے تھے۔ لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً (بقرہ) (یعنی ہم تم پر ایمان نہیں لائینگے جب تک اللہ کو کھلم کھلا اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیں) اور جہالت جدیدہ بھی یہی رٹ لگا رہی۔ نیز موت کے بعد حیات کا فلسفہ جس طرح ایک بدو کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اسی طرح آج ایک بدھو ڈاکٹر کی کھوپڑی میں بھی نہیں سماتا۔ اس کی عقل عدم سے وجود میں آنا تو تصور کر لیتی ہے۔ مگر موت کے بعد حیات تصور نہیں کر سکتی۔ بھلا کوئی ان بدھوؤں سے پوچھے کہ جو ذات عدم سے وجود میں لا سکتی ہے کیا وہ ان ذرات کو جمع کر کے پھر جسم نہیں تیار کر سکتی؟ اور کیا ایک چیز کا عدم سے وجود میں لانا مشکل ہوتا ہے۔ یا تجربے کے بعد بنانا مشکل ہوتا ہے؟ اور پھر اس وقت جبکہ سامان بھی موجود ہو۔

نیز معاش کے متعلق جاہلیت جدیدہ کو ایک اور چیز اپنے اسلاف سے ورثہ میں ملی ہے۔ جسکو قتل اولاد کہکر پکارا جاتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہ علم و فلسفہ کے رنگ میں پیش کرتا ہے تو دنیا اس کو بدو کی بجائے ڈاکٹر کہتی ہے۔ بدو اَن پڑھ نے یہی جرم کیا تو لاحول پڑھتے پڑھتے تہذیب حاضرہ کی زبان خشک ہوگئی اور اس کی یہ جاہلانہ حرکت قتل اولاد کہلائی۔ لیکن جب وہی جاہلانہ کام خود کیا۔ تو اس کا نام "برتھ کنٹرول" رکھا گیا۔

انبیاء کے متعلق جہالت قدیمہ کا یہ نظریہ رہا کہ بشر خدا کا رسول نہیں ہو سکتا۔ اس جاہلی نظریہ کے ماتحت خدا کے نبی پر دو طرح سے حملہ کیا گیا۔ جب کوئی نبی مبعوث ہوا تو پہلا حملہ یہ ہوا کہ تم بشر ہو۔ اور بشر خدا کا رسول نہیں ہوتا۔ لہذا تم رسول نہیں ہو۔ لیکن جب نبی رخصت ہو جاتا تو جاہلیت نے پینترا بدل کر یوں حملہ کیا کہ چونکہ وہ رسولؐ تھا۔ اور بشر خدا کا رسول